أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

Ayat No 1

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۞

Yaaa ayyuhal lazeena aamanoo izaa noodiya lis-Salaati miny yawmil Jumu'ati fas'aw ilaa zikril laahi wa zarul bai'; zaalikum khayrul lakum in kuntum ta'lamoon

(62 AlJuma Verse 09 الجمعۃ ایت 09)

ترجمہ تفہیم القرآن

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذِکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔(9)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الۡجُمُعَة 14

اس فقرے میں تین باتیں خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ایک یہ کہ اس میں نماز کے لیے منادی کرنے کا ذکر ہے۔دوسرے یہ کہ کسی ایسی نماز کی منادی کا ذکر ہے جو خاص طور پر صرف جمعہ کے دن ہی پڑھی جانی چاہیے۔تیسرے یہ کہ ان دونوں چیزوں کا ذکر اس طرح نہیں کیا گیا ہے کہ تم نماز کے لیے منادی کرو، اور جمعہ کے روز ایک خاص نماز پڑھا کرو، بلکہ انداز بیان اور سیاق و سباق صاف بتا رہا ہے کہ نماز کی منادی سن کر نماز کے لیے دوڑنے میں تساہل برتتے تھے اور خرید و فروخت کرنے میں لگے رہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت صرف اس غرض کے لیے نازل فرمائی کہ لوگ اس منادی اور اس خاص نماز کی اہمیت محسوس کریں اور فرض جان کر اس کی طرف دوڑیں۔ان تینوں باتوں پر اگر غور کیا جائے تو ان سے یہ

اصولی حقیقت قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو کچھ ایسے احکام بھی دیتا تھا جو قرآن میں نازل ہوئے، اور وہ احکام بھی اسی طرح واجب الاطاعت تھے جس طرح قرآن میں نازل ہونے والے احکام۔ نماز کی منادی وہی اذان ہے جو آج ساری دنیا میں ہر روز پانچ وقت ہر مسجد میں دی جارہی ہے۔ مگر قرآن میں کسی جگہ نہ اس کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں، نہ کہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز کے لیے لوگوں کو اس طرح پکارا کرو۔ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ ہے۔ قرآن میں دو جگہ صرف اس کی توثیق کی گئی ہے، ایک اس آیت میں، دوسرے سورۃ مائدہ کی آیت 85 میں۔ اسی طرح جمعہ کی یہ خاص نماز جو آج ساری دنیا کے مسلمان ادا کر رہے ہیں، اس کا بھی قرآن میں نہ حکم دیا گیا ہے نہ وقت اور طریق ادا بتایا گیا ہے۔ یہ طریقہ بھی رسول اکرم ﷺ کا جاری کردہ ہے، اور قرآن کی یہ آیت صرف اس کی اہمیت اور اس کے وجوب کی شدت بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ اس صریح دلیل کے باوجود جو شخص یہ کہتا ہے کہ شرعی احکام صرف وہی ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں، وہ دراصل سنت کا نہیں، خود قرآن کا منکر ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے جمعہ کے بارے میں چند امور اور بھی جان لینے چاہیں۔

۔۔۔۔ جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اسے یوم عَرُوبَہ کہا کرتے تھے۔ اسلام میں جب اس کو مسلمانوں کے اجتماع کا دن قرار دیا گیا تو اس کا نام جمعہ رکھا گیا۔ اگرچہ مؤرخین کہتے ہیں کہ کعب بن لُؤَیّ، یا قُصَیّ بن کلاب نے بھی اس دن کے لیے یہ نام استعمال کیا تھا، کیونکہ اس روز وہ قریش کے لوگوں کا اجتماع کیا کرتا تھا (فتح الباری)، لیکن اس کے اس فعل سے قدیم نام تبدیل نہیں ہوا، بلکہ عام اہل عرب اسے عروبہ ہی کہتے تھے۔ نام کی حقیقی تبدیلی اس وقت ہوئی جب اسلام میں اس دن کا یہ نیا نام رکھا گیا۔

۔۔۔ اسلام سے پہلے ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مخصوص کرنے اور اس کو شعار ملت قرار دینے کا طریقہ اہل کتاب میں موجود تھا۔ یہودیوں کے ہاں اس غرض کے لیے سَبْت (ہفتہ) کا دن مقرر کیا گیا تھا، کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے آپ کو یہودیوں سے ممیز کرنے کے لیے اپنا شعار ملت اتوار کا دن

قرار دیا۔ اگرچہ اس کا کوئی حکم نہ حضرت عیسیٰ نے دیا تھا، نہ انجیل میں کہیں اس کا ذکر آیا ہے، لیکن عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ اسی روز قبر سے نکل کر آسمان کی طرف گئے تھے۔ اسی بنا پر بعد کے عیسائیوں نے اپنی عبادت کا دن قرار دے لیا اور پھر 321 میں رومی سلطنت نے ایک حکم کے ذریعہ سے اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کر دیا۔

اسلام نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو ممیز کرنے کے لیے یہ دونوں دن چھوڑ کر جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لیے اختیار کیا۔

۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو مسعود انصاری کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت کا حکم نبی ﷺ پر ہجرت سے کچھ مدت پہلے مکہ معظمہ ہی میں نازل ہو چکا تھا۔ لیکن اس وقت آپ اس پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ مکہ میں کوئی اجتماعی عبادت ادا کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے آپ نے ان لوگوں کو جو آپ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے، یہ حکم لکھ بھیجا کہ وہاں جمعہ قائم کریں۔

چنانچہ ابتدائی مہاجرین کے سردار حضرت مصعب بن عمیر نے 12 آدمیوں کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا (طبرانی۔ دار قطنی)۔ حضرت کعب بن مالک اور ابن سیرین کی روایت یہ ہے کہ اس سے بھی پہلے مدینہ کے انصار نے بطور خود (قبل اس کے کہ حضور ﷺ کا حکم ان کو پہنچا ہوتا) آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن مل کر اجتماعی عبادت کریں گے۔ اس غرض کے لیے انہوں نے یہودیوں کے سبت اور عیسائیوں کے اتوار کو چھوڑ کر جمعہ کا دن انتخاب کیا اور پہلا جمعہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بنی بیاضہ کے علاقہ میں پڑھا جس میں 40 آدمی شریک ہوئے (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، عبد بن حمید، عبدالرزاق، بیہقی)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اسلامی ذوق خود اس وقت یہ مطالبہ کر رہا تھا کہ ایسا ایک دن ہونا چاہیے جس میں زیادہ سے زیادہ مسلمان جمع ہو کر اجتماعی عبادت کریں، اور یہ بھی اسلامی ذوق ہی کا تقاضا تھا کہ وہ دن ہفتے اور اتوار سے الگ ہو تاکہ مسلمانوں کا شعار ملت یہود و نصاریٰ کے شعار ملت سے الگ رہے۔ یہ صحابہ کرام کی اسلامی ذہنیت کا

ایک عجیب کرشمہ ہے کہ بسا اوقات ایک حکم آنے سے پہلے ہی ان کا ذوق کہہ دیتا تھا کہ اسلام کی روح فلاں چیز کا تقاضا کر رہی ہے۔

۔۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد جو اولین کام کیے ان میں سے ایک جمعہ کی اقامت بھی تھی۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے آپ پیر کے روز قبا پہنچے، چار دن وہاں قیام فرمایا، پانچویں روز جمعہ کے دن وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا، اسی جگہ آپ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا (ابن ہشام)۔

۔۔۔۔ اس نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زوال کے بعد کا وقت مقرر فرمایا تھا، یعنی وہی وقت جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر کو جو تحریری حکم آپ نے بھیجا تھا اس میں آپ کا ارشاد یہ تھا کہ فاذا مال النھار عن شطرہ عند الزوال من یوم الجمعۃ فتقربوا الی اللہ تعالیٰ بر کعتین (دار قُطنی)۔ "جب جمعہ کے روز دن نصف النہار سے ڈھل جائے تو دو رکعت نماز کے ذریعہ سے اللہ کے حضور تقرب حاصل کرو"۔ یہ حکم ہجرت کے بعد آپ نے قولاً بھی دیا اور عملاً بھی اسی وقت پر آپ جمعہ کی نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت اَنَس، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلالؓ سے اس مضمون کی روایات کتب حدیث میں منقول ہوئی ہیں کہ حضور ﷺ جمعہ نماز زوال کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نَسائی، تِرمذی)۔

۔۔۔۔۔۔ یہ امر بھی آپ کے عمل سے ثابت ہے کہ اس روز آپ ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے، اس نماز کی صرف دو رکعتیں ہوتی تھیں، اور اس سے پہلے آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ یہ فرق جمعہ کی نماز اور عام دنوں کی نماز ظہر میں تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں صلوٰۃ المسافر رکعتان، و صلوٰۃ الفجر رکعتان، و صلوٰۃ الجمعۃ رکعتان، تمام غیر قصر علیٰ لسان نبیکم ﷺ و انما قصرت الجمعۃ لاجل الخطبۃ (احکام القرآن للجصاص)۔ "تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے

ہوئے حکم کی رو سے مسافر کی نماز دو رکعت ہے، فجر کی نماز دو رکعت ہے، اور جمعہ کی نماز دو رکعت ہے۔ یہ پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے۔ اور جمعہ کو خطبہ کی خاطر ہی مختصر کیا گیا ہے"۔

۔۔۔۔۔ جس اذان کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے، نہ کہ وہ اذان جو خطبہ سے کافی دیر پہلے لوگوں کو یہ اطلاع دینے لیے دی جاتی ہے کہ جمعہ کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ حدیث میں حضرت سائب بن یزید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صرف ایک ہی اذان ہوتی تھے، اور وہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانے میں بھی یہی عمل ہوتا رہا۔ پھر حضرت عثمان کے دور میں جب آبادی بڑھ گئی تو انہوں نے پہلے ایک اور اذان دلوانی شروع کر دی جو مدینے کے بازار میں ان کے مکان زوراءپر دی جاتی تھی (بخاری، ابو داؤد، نَسائی، طبرانی)۔

سورۃ الْجُمُعَۃ 15

اس حکم میں ذکر سے مراد خطبہ ہے، کیونکہ اذان کے بعد پہلا عمل جو نبی ﷺ کرتے تھے وہ نماز نہیں بلکہ خطبہ تھا، اور نماز آپ ہمیشہ خطبہ کے بعد ادا فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے روز ملائکہ ہر آنے والے کا نام اس کی آمد کی ترتیب کے ساتھ لکھتے جاتے ہیں۔ پھر اذا خرج الامام حضرت الملٰئکۃ یستمعون الذکر۔ جب امام خطبہ دینے کے لیے نکلتا ہے تو وہ نام لکھنے بند کر دیتے ہیں اور ذکر (یعنی خطبہ) سننے میں لگ جاتے ہیں" (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی)۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد خطبہ ہے۔ خود قرآن کا بیان بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ پہلے فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ "خدا کے ذکر کی طرف دوڑو"۔ پھر آگے چل کر فرمایا فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ "۔ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ"۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے روز عمل کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ذکر اللہ اور پھر نماز۔ مفسرین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ ذکر سے مراد یا تو خطبہ ہے یا پھر خطبہ اور نماز دونوں۔

خطبہ کے لیے " ذکر اللہ "کا لفظ استعمال کرنا خود یہ معنی رکھتا ہے کہ اس میں وہ مضامین ہونے چاہیئیں جو اللہ کی یاد سے مناسبت رکھتے ہوں۔ مثلاً اللہ کی حمد و ثنا، اس کے رسول پر درود و صلوۃ، اس کے احکام اور اس کی شریعت کے مطابق عمل کی تعلیم و تلقین، اس کے ڈرنے والے نیک بندوں کی تعریف وغیرہ، اسی بنا پر زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ خطبہ میں ظالم حکمرانوں کی مدح و ثنا یا ان کا نام لینا اور ان کے لیے دعا کرنا، ذکر اللہ سے کوئی دور کی مناسبت بھی نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ تو ذکر الشیطان ہے۔

"اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو"۔ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھاگتے ہوئے آؤ، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جلدی سے جلدی وہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ اردو زبان میں بھی ہم دوڑ دھوپ کرنا، بھاگ دوڑ کرنا، سرگرم کوشش کے معنی میں بولتے ہیں، نہ کہ بھاگنے کے معنی میں، اسی طرح عربی میں بھی سعی کے معنی بھاگنے ہی کے نہیں ہیں۔ قرآن میں اکثر مقامات پر سعی کا لفظ کوشش اور جدوجہد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى۔ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا۔ مفسرین نے بھی بالاتفاق اس کو اہتمام کے معنی میں لیا ہے، ان کے نزدیک سعی یہ ہے کہ آدمی اذان کی آواز سن کر فوراً مسجد پہنچنے کی فکر میں لگ جائے۔ اور معاملہ صرف اتنا ہی نہیں ہے۔ حدیث میں بھاگ کر نماز کے لیے آنے کی صاف ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جب نماز کھڑی ہو تو اس کی طرف سکون و وقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ بھاگتے ہوئے نہ آؤ، پھر جتنی نماز بھی مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ، اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو"۔ (صحاح ستہ)۔ حضرت ابو قتادہ انصاری فرماتے ہیں، ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک لوگوں کے بھاگ بھاگ کر چلنے کی آواز آئی۔ نماز ختم کرنے کے بعد حضور ﷺ نے ان لوگوں سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہم نماز میں شامل ہونے کے لیے بھاگ کر آ رہے تھے۔ فرمایا "ایسا نہ کیا کرو، نماز کے لیے جب بھی آؤ پورے سکون کے ساتھ آؤ۔ جتنی مل جائے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لو، جتنی چھوٹ جائے وہ بعد میں پوری کر لو" (بخاری، مسلم)

"خرید و فروخت چھوڑ دو" کا مطلب صرف خرید و فروخت ہی چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ نماز کے لیے جانے کی فکر اور اہتمام کے سوا ہر دوسری مصروفیت چھوڑ دینا ہے، بیع کا ذکر خاص طور پر صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ جمعہ کے روز تجارت خوب چمکتی تھی، آس پاس کی بستیوں کے لوگ سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے، تاجر بھی اپنا مال لے لے کر وہاں پہنچ جاتے تھے۔ لوگ بھی اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے میں لگ جاتے تھے۔ لیکن ممانعت کا حکم صرف بیع تک محدود نہیں ہے، بلکہ دوسرے تمام مشاغل بھی اس کے تحت آ جاتے ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ان سے منع فرما دیا ہے، اس لیے فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد بیع اور ہر قسم کا کاروبار حرام ہے۔

یہ حکم قطعی طور پر نماز جمعہ کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اول تو اذان سنتے ہی اس کے لیے دوڑنے کی تاکید بجائے خود اس کی دلیل ہے۔ پھر بیع جیسی حلال چیز کا اس کی خاطر حرام ہو جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ فرض ہے۔ مزید برآں ظہر کی فرض نماز کا جمعہ کے روز ساقط ہو جانا اور نماز جمعہ کا اس کی جگہ لے لینا بھی اس کی فرضیت کا صریح ثبوت ہے۔ کیونکہ ایک فرض اسی وقت ساقط ہوتا ہے جبکہ اس کی جگہ لینے والا فرض اس سے زیادہ اہم ہو۔ اسی کی تائید بکثرت احادیث کرتی ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی سخت ترین تاکید کی ہے اور اسے صاف الفاظ میں فرض قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میرا جی چاہتا ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دوں اور جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے"۔ (مسند احمد، بخاری) حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم نے جمعہ کے خطبہ میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دے گا اور وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے"۔ (مسند احمد، مسلم، نسائی) حضرت ابوالجعد ضُمْری، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اَوْفیٰ کی روایات میں حضور ﷺ کے جو ارشادات منقول ہوئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حقیقی ضرورت اور جائز عذر کے بغیر، محض بے پروائی کی بنا پر مسلسل تین جمعے چھوڑ دے، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے"۔ بلکہ ایک روایت میں تو الفاظ یہ ہیں کہ "اللہ اس کے

دل کو منافق کا دل بنا دیتا ہے " (مسند احمد، ابو داؤد نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، حاکم، ابن حبان، بزاز، طبرانی فی الکبیر) حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "آج سے لے کر قیامت تک جمعہ تم لوگوں پر فرض ہے۔ جو شخص اسے ایک معمولی چیز سمجھ کر یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑے، خدا اس کا حال درست نہ کرے، نہ اسے برکت دے۔ خوب سن رکھو، اس کی نماز نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں، اس کا حج حج نہیں، اس کا روزہ روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی نیکی نہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے اللہ اسے معاف فرمانے والا ہے "۔ (ابن ماجہ، بزار) اسی سے قریب المعنیٰ ایک روایت طبرانی نے اوسط میں ابن عمر سے نقل کی ہے۔ علاوہ بریں بکثرت روایات ہیں جن میں حضور ﷺ نے جمعہ کو بالفاظ صریح فرض اور حق واجب قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی اذان سنے " (ابو داؤد، دار قطنی) جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ " جان لو کہ اللہ نے تم پر نماز جمعہ فرض کی ہے "۔ (بیہقی) البتہ آپ نے عورت، بچے غلام، مریض اور مسافر کو اس فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حضرت حفصہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جمعہ کے لیے نکلنا ہر بالغ پر واجب ہے " (نسائی)۔ حضرت طارق بن شہاب کی روایت میں آپ کا ارشاد یہ ہے کہ "جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ سوائے غلام، عورت، بچے، اور مریض کے " (ابو داؤد، حاکم) حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں "جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جمعہ فرض ہے۔ الّا یہ کہ عورت ہو یا مسافر ہو، یا غلام ہو، یا مریض ہو " (دار قطنی، بیہقی) قرآن و حدیث کی ان ہی تصریحات کی وجہ سے جمعہ کی فرضیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

جمعہ کی نماز بغیر جماعت کے نہیں ہو سکتی، اس میں یہ بات لازمی ہے کہ مسلمان اس میں جمع ہوں اور خطبہ جمعہ سنیں اور اس خطبے میں مسلمانوں کو دینی تعلیم دی جائے۔ یہ مسلمانوں کا ایک دینی اور تنظیمی اجتماع ہے، جس میں دین اور دنیا اور آخرت

سب کو ایک ہی سلسلہ اجتماع میں جمع کر دیا گیا ہے اور یہ سب امور عبادت کا حصہ ہیں۔ نماز جمعہ سے اسلام کا اجتماعی نظریہ اور نظام بڑی خوبی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں بیشمار احادیث وارد ہیں جن میں جمعہ کی فضیلت، اس کی تیاری، غسل، کپڑوں کی صفائی اور خوشبو لگانے کی ہدایات دی گئی ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا جاء احدکم الجمعة فلیغتسل ''جب تم میں کوئی جمعہ کو آئے تو اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے''۔

اصحاب سنن اربعہ نے اوس ابن اوس ثقفی کی حدیث نقل کی ہے۔ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے نا اور جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوشبو لگائی، اگر اس کو دستیاب ہو، اور اچھے کپڑے پہنے، پھر وہ مسجد کی طرف نکلا اور اگر نماز (نفل) پڑھنا چاہا، پڑھے اور مسجد میں کسی کو اذیت نہ دی۔ اس کے بعد وہ مسجد میں بیٹھا، یہاں تک کہ امام نکلا اور اس نے نماز پڑھائی تو یہ جمعہ اگلے جمعے تک کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔''

یایھا الذین .... ذروا البیع (9:26) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو''۔ یعنی زندگی کی تمام سرگرمیاں بند کر دو، اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاؤ۔''

ذلکم .... تعلمون (9:26) ''یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔''۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ زندگی کی تمام دلچسپیوں کو ترک کر کے ذکر الٰہی میں تھوڑا سا وقت گزارو، یہاں معاشی سرگرمیاں چھوڑ کر۔

واسعوا الی ذکر اللہ (9:26) ''اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے ذکر و فکر میں مشغول ہو جاؤ۔ خالص ذکر الٰہی۔ اور اپنا تعلق اس وقت میں عالم بالا کے ساتھ جوڑ دو۔ اس طرح تمہیں قلبی تطہیر نصیب ہو گی اور

اس ذکر کے نتیجے میں دل پر عالم بالا کی معطر خوشبواور معطر باد نسیم کے جھونکے اثر چھوڑیں گے۔اور پھر تلاش معاش میں بھی ذکر الٰہی اور فضل الٰہی:

تفسیر تدبر القرآن

2۔آگے آیات 9۔11 کا مضمون

آگے مسلمانوں کی ایک غلطی پر گرفت فرمائی جو نماز جمعہ اور پیغمبر ﷺ کے احترام کے معاملے میں ایک جماعت سے صادر ہوئی۔ کوئی تجارتی قافلہ مدینہ میں داخل ہوااس کی خبر سن کر کچھ لوگ عین اس وقت مسجد سے اٹھ کر چلے گئے جب آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔اگرچہ یہ فعل کچھ خام تربیت لوگوں ہی سے صادر ہوالیکن اس سے جماعت کی بعض ایسی کمزوریوں کی نشان دہی ہوئی جن کی اصلاح ضروری تھی۔ایک کمزوری تو یہ ظاہر ہوئی کہ معلوم ہوا کہ ابھی بہتوں کے اندر اس فضل عظیم کا کماحقہ شعور نہیں پیدا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی شکل میں امیوں پر فرمایا ہے۔ دوسری یہ کہ ابھی لوگوں نے اس بیع و شراء کی حقیقت اچھی طرح نہیں سمجھی ہے۔ جس کا ذکر سورۃ صف کی آیات 10، 13 میں ہوا ہے کہ جو لوگ رسول سے سمع وطاعت کا عہد کر چکتے ہیں۔ وہ اللہ کی مغفرت اور اس کی جنت کے عوض اپنی جان اور اپنے مال اللہ کے ہاتھ فروخت کر چکتے ہیں۔ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور بیع و شراء کو اتنی اہمیت دیں کہ اس کے شوق میں اللہ کے رسول کو خطبہ دیتا ہوا چھوڑ کر مسجد سے چل کھڑے ہوں۔ تیسری یہ کہ معلوم ہوا کہ ابھی لوگوں نے جمعہ کی عظمت کا صحیح اندازہ نہیں کیا ہے۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے بنی اسرائیل کے یوم السبت سے مشابہ ہے۔ بنی اسرائیل نے طمع دنیا اور ہوس شکار میں مبتلا ہو کر حرمت کو بٹہ لگایا تو اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر کے ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ اگر انہی کو مسلمان اس تجارت کی ہوس میں جمعہ کی حرمت کو بٹہ لگائیں گے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کے غضب سے محفوظ رہیں۔ یہ باتیں خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ان سے اس فضل عظیم کی نہایت کھلی ہوئی ناقدری ہوئی

جو یہود کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے امیوں پر فرمایا۔ در جس کا نہایت اہتمام سے اس سورۃ میں ذکر ہوا ہے، اس وجہ سے ان لوگوں کو سرزنش کی گئی جو ان کے مرتکب ہو۔ اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمائے۔

3۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت (یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون)(9)۔ (خطاب کا ایک حکیمانہ انداز)۔

خطاب اگرچہ عام ہے لیکن روئے سخن انہی لوگوں کی طرف سے جن کی کمزوری پر نکیر فرمائی گئی ہے۔ عام خطاب کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ زیادہ رسوائی کا احساس نہیں کرتے جن کا رویہ زیر بحث ہوتا ہے بلکہ ان کے اندر سلامت روی ہوتی ہے تو وہ اس پردہ پوشی کو متکلم کی کریم النفسی پر محمول کرتے اور نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر تعین کے ساتھ نام لے کر ان کو سرانش کی جائے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ ان کے اندر ضد اور امانیت کا جذبہ ابھرے۔ (جمعہ کی اذان)۔ للصلوٰۃ من یوم الجعۃ) میں (من یوم الجمعۃ) کے الفاظ صلوٰۃ کی وضاحت کے لیے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ یہاں زیر بحث خاص طور پر جمعہ کی نماز ہے۔ یہ جمعہ کی نماز ہی واحد چیز ہے جو جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں سے ممتاز کرتی ہے۔ یہاں جس اذان کا ذکر ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہی اذن مراد ہو سکتی ہے جو خطبہ جمعہ سے پہلے دی جاتی ہے۔ روایات سے بلا اختلاف ثابت ہے کہ نبی ﷺ اور شیخینؓ کے عہد مبارک میں جمعہ کی اذان ایک ہی تھی جو خطبہ سے پہلے دی جاتی تھی۔ ایک اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانے میں کیا جب مدینہ منورہ کی آبادی زیادہ ہو گئی۔ یہ مدینہ کے بازار میں حضرت عثمانؓ کے مکان سے دی جاتی۔ اگرچہ یہ اذان سیدنا عثمانؓ کا اضافہ ہے لیکن اس اضافے کو امت کے تمام اخیار نے بلا کسی نکیر کے قبول کیا۔ (فاسعوا الی ذکر اللہ) سعی کے معنی صرف دوڑنے کے نہیں آتے بلکہ یہ لفظ اصلاً کسی کام کو مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ چاق وچوبند ہو کر کرنے کے لیے آتا ہے۔ غلام آقا کی پکار سن کر جب مستعدی سے اس کی طرف لپکتا ہے تو یہ سعی ہے۔ فرمایا کہ جب یہ اذان سنو تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ (خطبہ اور نما جمعہ)۔ (ذکر اللہ) یہاں خطبہ اور نماز دونوں کے لیے ایک جامع لفظ ہے۔ نماز کا ذکر ہونا تو واضح ہے، قرآن میں جگہ جگہ نماز کو ذکر ہی سے تعبیر کیا گیا ہے، رہا جمعہ کا خطبہ تو وہ

در حقیقت نماز ہی کا حصہ ہے۔ جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے جس کی چار رکعتیں جمعہ کے دن تخفیف ہو کر دو رہ جاتی ہیں اور ان کی جگہ خطبہ کی شکل میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ ذکر اللہ امام حاضرین مسجد کو مخاطب کر کے کرتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ساری باتیں اس کا دائرہ میں آتی ہیں جو مسلمانوں کی صلاح و فلاح سے متعلق اور جن کے لیے وقت کے حالات مقتضی ہوں۔ اس کو چند رسمی دعائوں کی شکل میں محدود کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (خطبہ اور نماز کا اہتمام والتزام)۔

(وز روا الجیع، لفظ بیع) اصلاً تو بیچنے کے معنی میں ہے لیکن یہ اپنے عام استعمال میں خرید و فروخت دونوں ہی کے لیے آتا ہے۔ اگرچہ یہاں ذکر بیع ہی کے چھوڑنے کا ہے لیکن جب بیع کے چھوڑنے کا ذکر ہوا جو نسبتہً زیادہ مرغوب ہے تو خرید کا چھوڑنا تو بدرجہ اولیٰ مطلوب ہوگا۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ دنیا کا ہر کام چھوڑ کر نماز کی طرف لپکو۔ بیع کے ذکر کی وجہ صرف یہ ہے کہ جو واقعہ مسلمانوں کے لیے آزمائش کا سبب ہوا اور جس پر یہاں تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ وہ بیع و شراء ہی سے متعلق تھا۔ (ذلکم خیر لکم ان کنتم تعملون)۔ یعنی بظاہر تو یہ حکم تم میں سے بعضوں پر گراں گزرے گا، تم اپنے کاروبار کا نقصان محسوس کروگے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہی طریقہ تمہارے لیے موجب خیر و برکت ہے۔ رزق و فضل سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اس کی خوشنودی کے لیے تم کوئی نقصان گزارا کروگے تو ابدی زندگی میں اس کا اجر اپنے رب کے پاس محفوظ کر لوگے اور ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں بھی وہ ایسی شکلیں پیدا کر دے کہ تمہارے ہر نقصان کی تلافی ہو جائے۔ (ان کنتم تعملون) یعنی تمہیں اپنے نفع نقصان کا اندازہ اس دنیا کی محدود زندگی کو سامنے رکھ کر نہیں کرنا چاہیے بلکہ آخرت کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ لیکن آخرت ایسی چیز ہے کہ اس کو سمجھنا چاہو گے تب ہی سمجھو گے۔

Ayat No 2

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰

Fa-izaa qudiyatis Salaatu fantashiroo fil ardi wabtaghoo min fadlil laahi wazkurul laaha kaseeral la'allakum tuflihoon

(62 *AlJuma Verse* 10 الجمعۃ ایت 02)

ترجمہ تفہیم القرآن

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جائو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔(10)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْجُمُعَة16

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد زمین میں پھیل جانا اور تلاش رزق کی دوڑ دھوپ میں لگ جانا ضروری ہے۔ بلکہ یہ ارشاد اجازت کے معنی میں ہے۔ چونکہ جمعہ کی اذان سن کر سب کاروبار چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا اس لیے فرمایا گیا کہ نماز ختم ہو جانے بعد تمہیں اجازت ہے کہ منتشر ہو جاؤ اور اپنے جو کاروبار بھی کرنا چاہو کرو، یہ ایسا ہی ہے جیسے حالت احرام میں شکار کی ممانعت کرنے کے بعد فرمایا فَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ۔ 2) " جب احرام کھول چکو تو شکار کرو" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احرام کھولنے کے بعد ضرور شکار کرو، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد شکار پر کوئی پابندی باقی نہیں رہتی۔ چاہو تو شکار کر سکتے ہو۔ یا مثلاً سورۃ نساء میں ایک سے زائد نکاح کی اجازت فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ کے الفاظ میں دی گئی ہے۔ یہاں اگرچہ فَانْكِحُوْا بصیغۂ امر ہے۔ مگر کسی نے بھی اس کو حکم کے معنی میں نہیں لیا ہے۔ اس سے یہ اصولی مسئلہ

نکلتا ہے کہ صیغۂ امر ہمیشہ وجوب ہی کے معنی میں نہیں ہوتا بلکہ کبھی یہ اجازت اور کبھی استحباب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ یہ بات قرائن سے معلوم ہوتی ہے کہ کہاں یہ حکم کے معنی میں ہے اور کہاں اجازت کے معنی میں اور کہاں اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ کو ایسا کرنا پسند ہے لیکن یہ مراد نہیں ہوتی کہ یہ فعل فرض و واجب ہے۔ خود اسی فقرے کے بعد متصلاً دوسرے ہی فقرے میں ارشاد ہوا ہے وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْراً۔ "اللہ کو کثرت سے یاد کرو"۔ یہاں بھی صیغۂ امر موجود ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ استحباب کے معنی میں ہے نہ کہ وجوب کے معنی میں۔

اس مقام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ قرآن میں یہودیوں کے سبت اور عیسائیوں کے اتوار کی طرح جمعہ کو عام تعطیل کا دن قرار نہیں دیا گیا ہے لیکن اس امر سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جمعہ ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کا شعار ملت ہے جس طرح ہفتہ اور اتوار یہودیوں اور عیسائیوں کے شعار ملت ہیں۔ اور اگر ہفتہ میں کوئی ایک دن عام تعطیل کے لیے مقرر کرنا ایک تمدنی ضرورت ہو تو جس طرح یہودی اس کے لیے فطری طور پر ہفتے کو اور عیسائی اتوار کو منتخب کرتے ہیں اسی طرح مسلمان (اگر اس کی فطرت میں کچھ اسلامی حس موجود ہو) لازماً اس غرض کے لیے جمعہ ہی کو منتخب کرے گا، بلکہ عیسائیوں نے تو دوسرے ایسے ملکوں پر بھی اپنے اتوار کو مسلط کرنے میں تامل نہ کیا جہاں عیسائی آبادی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی یہودیوں نے جب فلسطین میں اپنی اسرائیلی ریاست قائم کی تو اولین کام جو انھوں نے کیا وہ یہ تھا کہ اتوار کے بجائے ہفتہ کو چھٹی کا دن مقرر کیا۔ قبل تقسیم کے ہندوستان میں برطانوی ہند اور مسلمان ریاستوں کے درمیان نمایاں فرق یہ نظر آتا تھا کہ ملک کے ایک حصے میں اتوار کی چھٹی ہوتی تھی اور دوسرے حصے میں جمعہ کی۔ البتہ جہاں مسلمانوں کے اندر اسلامی حس موجود نہیں ہوتی وہاں وہ اپنے ہاتھ میں اقتدار آنے کے بعد بھی اتوار ہی کو سینے سے لگائے رہتے ہیں جیسا کہ ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ جب بے حسی طاری ہوتی ہے تو جمعہ کی چھٹی منسوخ کر کے اتوار کی چھٹی رائج کی جاتی ہے، جیسا کہ مصطفیٰ کمال نے ٹرکی میں کیا۔

سورۃ الْجُمُعَة 17

یعنی اپنے کاروبار میں لگ کر بھی اللہ کو بھول نہیں، بلکہ ہر حال میں اس کو یاد رکھو اور اس کا ذکر کرتے رہو (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، تفسیر سورۃ احزاب، حاشیہ 63)۔

سورۃ الْجُمُعَة 18

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایک ہدایت یا ایک نصیحت یا ایک حکم دینے کے بعد لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (شائد کہ تم فلاح پا جاؤ) اور لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُوْنَ (شاید کہ تم پر رحم کیا جائے) کے الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں۔اس طرح کے مواقع پر شاید کا لفظ استعمال کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو معاذاللہ کوئی شک لاحق ہے، بلکہ یہ دراصل شاہانہ انداز بیان ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی مہربان آقا اپنے ملازم سے کہے کہ تم فلاں خدمت انجام دو، شاید کہ تمہیں ترقی مل جائے۔اس میں ایک لطیف وعدہ پوشیدہ ہوتا ہے جس کی امید میں ملازم دل لگا کر بڑے شوق کے ساتھ وہ خدمت انجام دیتا ہے۔ کسی بادشاہ کی زبان سے کسی ملازم کے لیے یہ فقرہ نکل جائے تو اس کے گھر خوشی کے شادیانے بج جاتے ہیں۔

یہاں چونکہ جمعہ کے احکام ختم ہو گئے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب اربعہ میں قرآن، حدیث، آثار صحابہ، اور اسلام کے اصول عامہ سے جو احکام جمعہ مرتب کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ دے دیا جائے۔

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔ نہ اس سے پہلے جمعہ ہو سکتا ہے، نہ اس کے بعد۔ بیع کی حرمت پہلی اذان ہی سے شروع ہو جاتی ہے، نہ کہ اس دوسری اذان سے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے، کیونکہ قرآن میں اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ کے الفاظ مطلقاً ارشاد ہوئے ہیں۔ اس لیے زوال کے بعد جب جمعہ کا وقت شروع ہو جائے اس وقت جو اذان بھی نماز جمعہ کے لیے دی جائے، لوگوں کو اسے سن کر خرید و فروخت چھوڑ دینی چاہیے۔ لیکن اگر کسی شخص نے اس وقت خرید و فروخت کر لی ہو تو وہ بیع فاسد یا فسخ نہ ہو جائے گی، بلکہ یہ صرف ایک گناہ ہو گا۔ جمعہ ہر بستی میں

نہیں بلکہ صرف مصر جامع میں ہو سکتا ہے، اور مصر جامع کی معتبر تعریف یہ کہ وہ شہر جس میں بازار ہوں، قیام امن کا انتظام موجود ہو، اور آبادی اتنی ہو کہ اگر اس کی بڑی سے بڑی مسجد میں بھی نماز جمعہ کے مکلف سب لوگ جمع ہو جائیں تو اس میں سمانہ سکیں۔ جو لوگ شہر سے باہ رہتے ہوں ان پر جمعہ اس صورت میں شہر آ کر پڑھنا فرض ہے جبکہ ان تک اذان کی آواز پہنچتی ہو، یا وہ زیادہ سے زیادہ شہر سے 6 میل کے فاصلے پر ہوں۔ نماز کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مسجد ہی میں ہو۔ وہ کھلے میدان میں بھی ہو سکتی ہے اور ایسے میدان میں بھی ہو سکتی ہے جو شہر کے باہر ہو مگر اس کا یاک حصہ شمار ہوتا ہو، نماز جمعہ صرف اس جگہ ہو سکتی ہے جہاں ہر شخص کے لیے شریک ہونے کا اذن عام ہو۔ کسی بند جگہ، جہاں ہر ایک کو آنے کی اجازت نہ ہو، خواہ کتنے ہی آدمی جمع ہو جائیں، جمعہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ صحت جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ جماعت میں کم از کم (بقول ابو حنیفہ) امام کے سوا تین آدمی، یا (بقول ابو یوسف و محمد) امام سمیت دو آدمی ایسے موجود ہوں جن پر جمعہ فرض ہے۔ جن عذرات کی بنا پر ایک شخص سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں آدمی حالت سفر میں ہی، یا ایسا بیمار ہو کہ چل کر نہ آ سکتا ہو، یا دونوں ٹانگوں سے معذور ہو، یا اندھا ہو (مگر امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اندھے پر سے صرف اس وقت جمعہ کی فرضیت ساقط ہوتی ہے جبکہ وہ کوئی ایسا آدمی نہ پاتا ہو جو اسے چلا کر لے جائے) یا کسی ظالم سے اس کو جان اور آبرو کا، یا نا قابل برداشت مالی نقصان کا خطرہ ہو، یا سخت بارش اور کیچڑ پانی ہو، یا آدمی قید کی حالت میں ہو۔ قیدیوں اور معذوروں کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ جن لوگوں کا جمعہ چھوٹ گیا ہو ان کے لیے بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ خطبہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے کبھی جمعہ کی نماز خطبہ کے بغیر نہیں پڑھی ہے، اور وہ لازماً نماز سے پہلے ہونا چاہیے، اور دو خطبے ہونے چاہییں۔ خطبہ کے لیے جب امام منبر کی طرف جائے، اس وقت سے اختتام خطبہ تک ہر قسم کی بات چیت ممنوع ہے، اور نماز بھی اس وقت نہیں پڑھنی چاہیے، خواہ امام کی آواز اس مقام تک پہنچتی ہو یا نہ پہنچتی ہو جہاں کوئی شخص بیٹھا ہو (ھدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص، الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عمدۃ القاری)۔

شافعیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ بیع کی حرمت اور سعی کا وجوب اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب دوسری اذان ہو (یعنی وہ اذان جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے)۔ تاہم اگر کوئی شخص اس وقت بیع کرے تو وہ فسخ نہیں ہوتی۔ جمعہ ہر اس بستی میں ہو سکتا ہے جس کے مستقل باشندوں میں 40 ایسے آدمی موجود ہوں جن پر نماز جمعہ فرض ہے۔ بستی سے باہر کے ان لوگوں پر جمعہ کے لیے حاضر ہونا لازم ہے جن تک اذان کی آواز پہنچ سکتی ہو۔ جمعہ لازماً بستی کے حدود میں ہونا چاہیے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ مسجد ہی میں پڑھا جائے۔ جو لوگ صحرا میں خیموں کے اندر رہتے ہوں ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ صحت جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ جماعت میں امام سمیت کم از کم 40 ایسے آدمی شریک ہوں جن پر جمعہ فرض ہے۔ جن عذرات کی بنا پر کسی شخص سے جمعہ کا فرض ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں سفر کی حالت میں ہو، یا کسی مقام پر چار دن یا اس سے کم قیام کا ارادہ رکھتا ہو، بشرطیکہ سفر جائز نوعیت کا ہو۔ ایسا بوڑھا یا مریض ہو کہ سواری پر بھی جمعہ کے لیے نہ جا سکتا ہو۔ اندھا ہو اور کوئی ایسا آدمی نہ پاتا ہو جو اسے نماز کے لیے لے جائے۔ جان یا مال یا آبرو کا خوف لاحق ہو۔ قید کی حالت میں ہو، بشرطیکہ اس کی قید اس کے اپنے کسی قصور کی وجہ سے نہ ہو۔ نماز سے پہلے دو خطبے ہونے چاہییں۔ خطبے کے دوران میں خاموش رہنا مسنون ہے، مگر بات کرنا حرام نہیں ہے۔ جو شخص امام سے اتنا قریب بیٹھا ہو کہ خطبہ سن سکتا ہو اس کے لیے بولنا مکروہ ہے، لیکن وہ سلام کا جواب دے سکتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر سن کر باآواز بلند درود پڑھ سکتا ہے (مغنی المحتاج۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

مالکیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال سے شروع ہو کر مغرب سے اتنے پہلے تک ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے خطبہ اور نماز ختم ہو جائے۔ بیع کی حرمت اور سعی کا وجوب دوسری اذان سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگر بیع واقع ہو تو وہ فاسد ہے اور فسخ ہو گی۔ جمعہ صرف ان بستیوں میں ہو سکتا ہے جن کے باشندے وہاں مستقل طور پر گھر بنا کر رہتے ہوں، اور جاڑے گرمی میں منتقل نہ ہوتے ہوں، اور ان کی ضروریات اسی بستی میں فراہم ہوتی ہوں، اور اپنی تعداد کی بنا پر وہ اپنی حفاظت کر سکتے ہوں۔ عارضی قیام گاہوں میں خواہ کتنے ہی لوگ ہوں اور خواہ وہ کتنی ہی مدت ٹھہریں، جمعہ قائم نہیں کیا

جاسکتا۔ جس بستی میں جمعہ قائم کیا جاتا ہو اس سے تین میل کے فاصلے تک رہنے والے لوگوں پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض ہے۔ نماز جمعہ صرف ایسی مسجد میں ہو سکتی ہے جو بستی کے اندر یا اس سے متصل ہو اور جس کی عمارت بستی کے عام باشندوں کے گھروں سے کم تر درجے کی نہ ہو۔ بعض مالکیوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ مسجد مسقف ہونی چاہیے اور اس میں پنج وقتہ نماز کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ لیکن مالکیہ کا راجح مسلک یہ ہے کہ کسی مسجد میں صحت جمعہ کے لیے اس کا مسقف ہونا شرط نہیں ہے، اور ایسی مسجد میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے جو صرف نماز جمعہ کے لیے بنائی گئی ہو اور پنج وقتہ نماز کا اس میں اہتمام نہ ہو۔ جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے جماعت میں امام کے سوا کم از کم 12 ایسے آدمیوں کا موجود ہونا ضروری ہے جن پر جمعہ فرض ہو۔ جن عذرات کی بنا پر کسی شخص پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں سفر کی حالت میں ہو یا بحالت سفر کسی جگہ چار دن سے کم قیام کا ارادہ رکھتا ہو۔ ایسا مریض ہو کہ مسجد آنا اس کے لیے دشوار ہو۔ اس کی ماں یا باپ یا بیوی یا بچہ بیمار ہو، یا وہ کسی ایسے اجنبی مریض کی تیمار داری کر رہا ہو جس کا اور کوئی تیمار دار نہ ہو، یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار سخت بیماری میں مبتلا ہو یا مرنے کے قریب ہو۔ اس کے ایسے مال کو جس کا نقصان قابل برداشت نہ ہو خطرہ لاحق ہو، یا اسے اپنی جان یا آبرو کا خطرہ ہو، یا وہ مار یا قید کے خوف سے چھپا ہوا ہو بشرطیکہ وہ اس معاملہ میں مظلوم ہو۔ سخت بارش اور کیچڑ پانی یا سخت گرمی یا سردی مسجد تک پہنچنے میں مانع ہو۔ دو خطبے نماز سے پہلے لازم ہیں، حتیٰ کہ اگر نماز کے بعد خطبہ ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اور یہ خطبے لازماً مسجد کے اندر ہونے چاہییں خطبے کے لیے جب امام منبر کی طرف آ وازنہ سن رہا ہو۔ لیکن اگر خطیب اپنے خطبے میں ایسی لغو باتیں کرے جو نظام خطبہ سے خارج ہوں، یا کسی ایسے شخص کو گالیاں دے جو گالی کا مستحق نہ ہو، یا کسی ایسے شخص کی تعریفیں شروع کر دے جس کی تعریف جائز نہ ہو، یا خطبہ سے غیر متعلق کوئی چیز پڑھنے لگے، تو لوگوں کو اس پر احتجاج کرنے کا حق ہے۔ نیز خطبہ میں بادشاہ وقت کے لیے دعا مکروہ ہے الا یہ کہ خطیب کو اپنی جان کا خطرہ ہو۔ خطیب لازماً وہی شخص ہونا چاہیے جو نماز پڑھائے۔ اگر خطیب کے سوا کسی اور نے نماز پڑھائی ہو تو وہ باطل ہو گی

(حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر۔ احکام القرآن ابن عربی۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کا وقت صبح کو سورج کے بقدر ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہونے تک ہے۔ لیکن زوال سے پہلے جمعہ صرف جائز ہے، اور زوال کے بعد واجب اور افضل۔ بیع کی حرمت اور سعی کے وجوب کا وقت دوسری اذان سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو بیع ہو وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی۔ جمعہ صرف اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں 40 ایسے آدمی جن پر جمعہ فرض ہو، مستقل طور پر گھروں میں (نہ کہ خیموں میں) آباد ہوں، یعنی جاڑے اور گرمی میں منتقل نہ ہوتے ہوں۔ اس غرض کے لیے بستی کے گھروں اور محلوں کے باہم متصل یا متفرق ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ان سب کے مجموعہ کا نام ایک ہو تو وہ ایک ہی بستی ہے خواہ اس کے ٹکڑے ایک دوسرے سے میلوں کے فاصلے پر واقع ہوں۔ ایسی بستی سے جو لوگ تین میل کے اندر رہتے ہوں ان پر جمعہ کے لیے حاضر ہونا فرض ہے۔ جماعت میں امام سمیت 40 آدمیوں کی شرکت ضروری ہے۔ نماز کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ مسجد ہی میں ہو۔ کھلے میدان میں بھی ہو سکتی ہے۔ جن عذرات کی بنا پر کسی شخص سے جمعہ کا فرض ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں مسافر ہو اور جمعہ کی بستی میں چار دن یا اس سے کم قیام کا ارادہ رکھتا ہو۔ ایسا مریض ہو کہ سواری پر آنا بھی اس کے لیے مشکل ہو۔ اندھا ہو، الا یہ کہ خود راستہ ٹٹول کر آ سکتا ہو۔ کسی دوسرے شخص کے سہارے آنا اندھے کے لیے واجب نہیں ہے۔ سخت سردی یا سخت گرمی یا سخت بارش اور کیچڑ نماز کی جگہ پہنچنے میں مانع ہو۔ کسی ظالم کی ظلم سے بچنے کے لیے چھپا ہوا ہو۔ جان یا آبرو کا خطرہ یا ایسے مالی نقصان کا خوف ہو جو قابل برداشت نہ ہو۔ نماز سے پہلے دو خطبے ہونے چاہییں۔ خطبے کے دوران میں اس شخص کے لیے بولنا حرام ہے جو خطیب سے اتنا قریب ہو کہ اس کی آواز سن سکتا ہو۔ البتہ دور کا آدمی جس تک خطیب کی آواز نہ پہنچتی ہو، بات کر سکتا ہے۔ خطیب خواہ عادل ہو یا غیر عادل، لوگوں کو خطبہ کے دوران میں چپ رہنا چاہیے۔ اگر جمعہ کے روز عید ہو جائے تو جو لوگ عید پڑھ چکے ہوں ان پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہے۔ اس مسئلے میں حنابلہ کا مسلک ائمہ ثلاثہ کے مسلک سے مختلف ہے (غایتہ المنتھی۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ)۔ اس امر میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہے وہ اگر نماز جمعہ میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اس کے لیے پھر ظہر پڑھنا فرض نہیں رہتا۔

فاذ قضیت .... تفلحون (01:26) ’’پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے‘‘۔

یہ ہے اسلامی نظام کا توازن۔ یعنی زمین ضر ضروریات زندگی کا توازن۔ مثلاً گام کاج اور تلاش معاش اور روح کا ذکر الٰہی میں مشغول کرنا اور ایک وقت کے لئے تلاش معاش کی سرگرمیوں سے نکل کر عزات نشیں ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا، قلبی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے اور اس قلبی اور روحانی بالیدگی کے بغیر کوئی شخص اس عظیم امانت کا حق ادا نہیں کر سکتا جو ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے اور ذکر الٰہی تلاشمعاش کے دوران بھی ضروری ہے۔ اور تلاش معاش کے اندر بھی اگر ذکر و فکر ہو تو یہ تلاش معاش عبادت بن جاتا ہے لیکن تلاش معاش کے دوران ذکر و فکر کے علاوہ ایک وقت صرف ذکر و فکر کے لئے خالص بھی ضروری ہے۔ جس میں اور کوئی کام نہ ہو جس طرح ان دو آیات میں اشارہ ہے۔

حضرت عراک ابن مالکؓ جب جمعہ کی نماز پڑھتے تھے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے ہیں۔ اے اللہ میں نے آپ کی پکار کی تعمیل کر دی اور فرض نماز ادا کر دیا اور اب میں مسجد سے نکل رہا ہوں جس طرح تو نے حکم دیا ہے، اے اللہ مجھے اپنا فضل نصیب کر۔ آپ خیر الرازقین ہیں (ابن ابو حاتم)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ حکم الٰہی کو کس سنجیدگی سے لیا کرتے تھے۔ کس قدر سادگی سے، کیونکہ ان کے دل میں شعور تھا کہ، قرآن اللہ کے احکام پر مشتمل ہے اور مسلمانوں نے اس کی تعمیل کرنی ہے۔

صحابہ کرام کا یہ سادہ ادراک، سنجیدہ طرز عمل اور نہایت ہی سادگی سے رب تعالیٰ سے ہمکلامی ہی وہ عوامل تھے جن کی وجہ سے وہ اس قدر بلند مقام تک پرواز کر گئے، حالانکہ وہ جاہلیت سے نکل کر آئے تھے، اور جاہلیت کی عادات اور میلانات ان کو ہر وقت اپنی طرف کھینچتے تھے۔ اور جاہلیت کی ایک عادت کا نمونہ اس سورت کی آخری آیات میں پیش کیا جاتا ہے۔

(فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروفی الارض واتبغوا من فضل اللہ واذکرواللہ کثیرا لعلکم تفلحون)(10)۔(یہود کے احترام سبت کے بالمقابل جمعہ کی پابندی آسان ہے)۔

یعنی یہ پابندی صرف اتنی ہی دیر کے لیے ہے کہ نماز سے فارغ ہو جائو! اس کے بعد تمہیں اجازت ہے کہ تم جہاں چاہو جائو اور جس شکل میں چاہو اللہ کے رزق و فضل کے طالب بنو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اتنے قلیل وقت کی پابندی بھی تم اپنے رب کی خوشنودی کے لیے گوارا نہیں کر سکتے تو پھر تمہارا ایمان واسلام کیا ہے! یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہود پر سبت کے احترام کی پابندی پورے دن کے لیے تھی۔ لیکن اس امت پر جمعہ کے احترام کی پابندی صرف اذان سے لے کر ختم نماز تک کے لیے عائد کی گئی ہے، باقی پورے دن میں اسی طرح آزادی ہے جس طرح دوسرے دنوں میں ہے۔(واذکرو اللہ کثیرا لعلکم تفلحون)یعنی تمہارے لیے رزق و فضل کی جدوجہد پر کوئی پابندی نہیں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر اس جدوجہد میں دنیا ہی مطمح نظر نہیں ہے، آخرت کی فلاح بھی مطلوب ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر قدم پر اللہ کو یاد رکھو۔ یہی یاد تمہیں شیطان کے فریبوں اور فتنوں سے بچائے گی ورنہ شیطان تمہیں اس طرح اندھا بنا دے گا کہ تم حرام و حلال کے اعتبار سے عاری ہو کر اس دنیا کے کتنے بن کر رہ جائو گے اور پھر جہنم ہی کے ایندھن بنو گے۔

Ayat No 3

وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَا۟ ۨانْفَضُّوۡۤا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآٮِٕمًا‌ ؕ قُلۡ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ مِّنَ اللَّهۡوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ‌ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ۞

Wa izaa ra'aw tijaaratan aw lahwanin faddooo ilaihaa wa tarakooka qaaa'imaa;
qul maa 'indal laahi khairum minal lahwi wa minat tijaarah; wallaahu khayrur raaziqeen

(62 *AlJuma Verse* 11 الجمعۃ ایت 11)

ترجمہ تفہیم القرآن

اور جب اُنہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (11)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْجُمُعَة 19

یہ ہے وہ واقعہ جس کی وجہ سے اوپر کی آیات میں جمعہ کے احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اس کا قصہ جو کتب حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو مالک، اور حضرات حسن بصری، ابن زید، قتادہ، اور مقاتل بن حیان سے منقول ہوا ہے، یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں شام سے ایک تجارتی قافلہ عین نماز جمعہ کے وقت آیا اور اس نے ڈھول تاشے بجانے شروع کیے تا کہ بستی کے لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ڈھول تاشوں کی آوازیں سن کر لوگ بے چین ہو گئے اور 12 آدمیوں کے سوا باقی سب بقیع کی طرف دوڑ گئے جہاں قافلہ اترا ہوا تھا۔ اس قصے کی روایات میں سب سے زیادہ معتبر روایت حضرت جابر بن عبداللہ کی ہے جسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو عوانہ، عبد بن حمید، ابو یعلیٰ وغیرہم نے متعدد سندوں سے نقل کیا ہے۔ اس میں اضطراب صرف یہ ہے کہ کسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ نماز کی حالت میں پیش آیا تھا، اور کسی میں یہ ہے کہ یہ اس وقت پیش آیا جب حضور خطبہ دے رہے تھے۔ لیکن حضرت جابر اور دوسرے صحابہ و تابعین کی تمام روایات کو جمع کرنے سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ دوران خطبہ کا واقعہ ہے اور حضرت جابر نے جہاں یہ کہا ہے کہ یہ نماز جمعہ کے دوران میں پیش آیا، وہاں دراصل انہوں نے خطبے اور نماز کے مجموعہ پر نماز جمعہ کا اطلاق کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت 12 مردوں کے ساتھ ایک عورت تھی (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)۔ دار قطنی کی ایک روایت میں 40 افراد اور عبد بن حمید کی روایت میں 7 نفر بیان کیے گئے ہیں۔ اور فرّاء نے 8 نفر لکھے ہیں۔ لیکن یہ سب

ضعیف روایات ہیں۔ اور قتادہ کی یہ روایت بھی ضعیف ہے کہ اس طرح کا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا تھا (ابن جریر)۔ معتبر روایت حضرت جابر بن عبداللہ کی ہے جس میں باقی رہ جانے والوں کی تعداد 12 بتائی گئی ہے۔ اور قتادہ کی ایک روایت کے سوا باقی تمام صحابہ وتابعین کی روایات اس پر متفق ہیں کہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا۔ باقی رہ جانے والوں کے متعلق مختلف روایت کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سالم مولیٰ حصیفہ، اور حضرت جابر بن عبداللہؓ شامل تھے۔ حافظ ابو یعلیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ اس طرح نکل کر لے گئے اور صرف بارہ اصحاب باقی رہ گئے تو ان کو خطاب کر کے حضور نے فرمایا والذی نفسی بیدہ لو تتابعتم حتی لم یبق منکم احد لسال بکم الوادی ناراً، اگر تم سب چلے جاتے اور ایک بھی باقی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بہ نکلتی"۔ اسی سے ملتا جلتا مضمون ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اور ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔

شیعہ حضرات نے اس واقعہ کو بھی صحابہ پر طعن کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد کا خطبے اور نماز کو چھوڑ کر تجارت اور کھیل تماشے کی طرف دوڑ جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے۔ لیکن یہ ایک سخت بے جا اعتراض ہے جو صرف حقائق سے آنکھیں بند کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔ دراصل یہ واقعہ ہجرت کے بعد قریبی زمانے ہی میں پیش آیا تھا۔ اس وقت ایک طرف تو صحابہ کی اجتماعی تربیت ابتدائی مراحل میں تھی۔ اور دوسری طرف کفار مکہ نے اپنے اثر سے مدینہ طیبہ کے باشندوں کی سخت معاشی ناکہ بندی کر رکھی تھی جس کی وجہ سے مدینے میں اشیائے ضرورت کمیاب ہو گئی تھیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس وقت مدینے میں لوگ بھوکوں مر رہے تھے اور قیمتیں بہت چڑھی ہوئی تھیں (ابن جریر)۔ اس حالت میں جب ایک تجارتی قافلہ آیا تو لوگ اس اندیشے سے کہ کہیں ہمارے نماز سے فارغ ہوتے ہوتے سامان فروخت نہ ہو جائے، گھبرا کر اس کی طرف دوڑ گئے۔ یہ ایک ایسی کمزوری اور غلطی تھی جو اس وقت اچانک تربیت کی کمی اور حالات کی سختی کے باعث رونما ہو گئی تھی۔ لیکن جو شخص بھی ان صحابہ کی وہ

قربانیاں دیکھے گا جو اس کے بعد انھوں نے اسلام کے لیے کیں، اور یہ دیکھے گا کہ عبادات اور معاملات میں ان کی زندگیاں کیسے زبردست تقویٰ کی شہادت دیتی ہیں، وہ ہرگز یہ الزام رکھنے کی جرأت نہ کرسکے گا کہ ان کے اندر دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا کوئی مرض پایا جاتا تھا، الّا یہ کہ اس کے اپنے دل میں صحابہ سے بغض کا مرض پایا جاتا ہو۔

تاہم یہ واقعہ جس طرح صحابہ کے معترضین کی تائید نہیں کرتا اسی طرح ان لوگوں کے خیالات کی تائید بھی نہیں کرتا جو صحابہ کی عقیدت میں غلو کرکے اس طرح کے دعوے کرتے ہیں کہ ان سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی، یا ہوئی بھی ہو تو اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ان کی غلطی کا ذکر کرنا اور اسے غلطی کہنا ان کی توہین ہے، اور اس سے ان کی عزت و وقعت دلوں میں باقی نہیں رہتی، اور اس کا ذکر ان آیات و احادیث کے خلاف ہے جن میں صحابہ کے مغفور اور مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی تصریح کی گئی ہے۔ یہ ساری باتیں سراسر مبالغہ ہیں جن کے لیے قرآن و حدیث میں کوئی سند موجود نہیں ہے۔ یہاں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس غلطی کا ذکر کیا ہے جو صحابہ کی ایک کثیر تعداد سے صادر ہوئی تھی۔ اس کتاب میں کیا ہے جسے قیامت تک ساری امت کو پڑھنا ہے۔ اور اسی کتاب میں کیا ہے جس میں ان کے مغفور اور مقبول بارگاہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے۔ پھر حدیث و تفسیر کی تمام کتابوں میں صحابہ سے لے کر بعد کے اکابر اہل سنت تک نے اس غلطی کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر انہی صحابہ کی وقعت دلوں سے نکالنے کے لیے کیا ہے جن کی وقعت وہ خود دلوں میں قائم فرمانا چاہتا ہے؟ اور کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین اور محدثین و مفسرین نے اس قصے کی ساری تفصیلات اس شرعی مسئلے سے ناواقفیت کی بنا پر بیان کر دی ہیں جو یہ خالی حضرات بیان کیا کرتے ہیں؟ اور کیا فی الواقع سورۃ جمعہ پڑھنے والے اور اس کی تفسیر کا مطالعہ کرنے والے لوگوں کے دلوں سے صحابہ کی وقعت نکل گئی ہے؟ اگر ان میں سے ہر سوال کا جواب نفی میں ہے، اور یقیناً نفی میں ہے، تو وہ سب بے جا اور مبالغہ آمیز باتیں غلط ہیں جو احترام صحابہ کے نام سے بعض لوگ کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کوئی آسمانی مخلوق نہ تھے بلکہ اسی زمین پر پیدا ہونے والے انسانوں میں سے تھے۔ وہ جو کچھ بھی بنے رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے بنے۔ یہ تربیت بتدریج سالہا سال تک ان کو دی گئی۔ اس کا جو طریقہ قرآن و حدیث میں ہم کو نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی ان کے اندر کسی کمزوری کا ظہور ہوا، اللہ اور اس کے رسول نے بروقت اس کی طرف توجہ فرمائی، اور فوراً اس خاص پہلو میں تعلیم و تربیت کا ایک پروگرام شروع ہو گیا جس میں وہ کمزوری پائی گئی تھی۔ اسی نماز جمعہ کے معاملہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب قافلہ تجارت والا واقعہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ کا یہ رکوع نازل فرما کر اس پر تنبیہ کی اور جمعہ کے آداب بتائے۔ پھر اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے مسلسل اپنے خطبات مبارکہ میں فرضیت جمعہ کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین فرمائی، جس کا ذکر ہم حاشیہ 15 میں کر آئے ہیں، اور تفصیل کے ساتھ ان کو آداب جمعہ کی تعلیم دی۔ چناچہ احادیث میں یہ ساری ہدایات ہم کو بڑی واضح صورت میں ملتی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان کو جمعہ کے روز غسل کرنا چاہیے، دانت صاف کرنے چاہییں، جو اچھے کپڑے اس کو میسر ہوں پہننے چاہییں، اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگانی چاہیے (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی)۔ حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے روز غسل کرے اور حتی الامکان زیادہ اپنے آپ کو پاک صاف کرے، سر میں تیل لگائے یا جو خوشبو گھر میں موجود ہو وہ لگائے، پھر مسجد جائے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر ان کے بیچ میں نہ گھسے، پھر جتنی کچھ اللہ توفیق دے اتنی نماز (نفل) پڑھے، پھر جب امام بولے تو خاموش رہے، اس کے قصور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک معاف ہو جاتے ہیں (بخاری، مسند احمد)۔ قریب قریب اسی مضمون کی روایات حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت نُبَیْشَۃُ الْھَذلِی نے بھی حضور سے نقل کی ہیں (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، طبرانی)۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت جو شخص بات کرے وہ اس گدھے کے مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، اور جو شخص اس سے کہے کہ چپ رہ، اس کا بھی کوئی جمعہ نہیں ہوا (مسند احمد)۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے روز خطبہ کے دوران میں بات کرنے والے شخص سے کہا "چپ رہ" تو تم نے بھی لغو حرکت کی (بخاری، مسلم، نسائی ترمذی، ابو داؤد)۔ اسی سے ملتی جلتی روایات امام احمد، ابو داؤد اور طبرانی نے حضرت علی

اور حضرت ابوالدرداء سے نقل کی ہیں۔اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطیبوں کو بھی ہدایت فرمائی کہ لمبے لمبے خطبے دے کر لوگوں کو تنگ نہ کریں۔آپ خود جمعہ کے روز مختصر خطبہ ارشاد فرماتے اور نماز بھی زیادہ لمبی نہ پڑھاتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ حضور طویل خطبہ نہیں دیتے تھے۔ وہ بس چند مختصر کلمات ہوتے تھے (ابوداؤد)۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ نماز کی بہ نسبت کم ہوتا تھااور نمازاس سے زیادہ طویل ہوتی تھی (نسائی)۔ حضرت عمار بن یاسر کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایاآدمی کی نماز کا طویل ہونااور خطبے کا مختصر ہونااس بات کی علامت ہے کہ وہ دین کی سمجھ رکھتا ہے (مسند احمد، مسلم)۔ تقریباًیہی مضمون بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح لوگوں کو جمعہ کے آداب سکھائے یہاں تک کہ اس نماز کی وہ شان قائم ہوئی جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم کی اجتماعی عبادت میں نہیں پائی جاتی۔

سورۃ الْجُمُعَة 20

یہ فقرہ خود بتا رہا ہے کہ صحابہ سے جو غلطی ہوئی تھی اس کی نوعیت کیا تھی۔اگر معاذاللہ اس کی وجہ ایمان کی کمی اور آخرت پر دنیا کی دانستہ ترجیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے غضب اور زجر و توبیخ کا انداز کچھ اور ہوتا۔ لیکن چونکہ ایسی کوئی خرابی وہاں نہ تھی، بلکہ جو کچھ ہوا تھا تربیت کی کمی کے باعث ہوا تھا، اس لیے پہلے معلمانہ انداز میں جمعہ کے آداب بتائے گئے، پھر اس غلطی پر گرفت کر کے مربیانہ انداز میں سمجھایا گیا کہ جمعہ کا خطبہ سننے اور اس کی نماز ادا کرنے پر جو کچھ تمہیں خدا کے ہاں ملے گا وہ اس دنیا کی تجارت اور کھیل تماشوں سے بہتر ہے۔

سورۃ الْجُمُعَة 21

یعنی اس دنیا میں مجازاًجو بھی رزق رسانی کا ذریعہ بنتے ہیں ان سب سے بہتر رازق اللہ تعالیٰ ہے۔اس طرح کے فقرے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آئے ہیں۔ کہیں اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین کہا گیا ہے، کہیں خیر الغافرین، کہیں خیر الحاکمین، کہیں خیر الراحمین، کہیں خیرالناصرین۔ان سب مقامات پر مخلوق کی طرف رزق، تخلیق، مغفرت، رحم اور نصرت کی

نسبت مجازی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بھی دنیا میں تم کو تنخواہ، اجرت یا روٹی دیتے نظر آتے ہیں، یا جو لوگ بھی اپنی صنعت و کاریگری سے کچھ بناتے نظر آتے ہیں، یا جو لوگ بھی دوسروں کے قصور معاف کرتے اور دوسروں پر رحم کھاتے اور دوسروں کی مدد کرتے نظر آتے ہیں، اللہ ان سب سے بہتر رازق، خالق، رحیم، غفور اور مددگار ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

واذا راو .... الرزقین (11:26) "اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک بار جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک قافلہ آگیا، جس میں کھانے کا سامان تھا۔ لوگ قافلے کی طرف لپک گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو آدمی رہ گئے۔ ان میں حضرت ابو بکر اور عمرؓ تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

واذا .... وترکوك قائما (11:26) اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا"۔

آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے، وہ اس لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور یہ بھی یہاں صراحت کے ساتھ بتایا کہ اللہ بہترین رزق دینے والوں میں سے ہے۔

واللہ خیر الرزقین (11:26) "اللہ بہتر رزق دینے والا ہے"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بدوی عربی معاشرے کی تعلیم و تربیت کے لئے اسلام نے کس قدر جدوجہد کی، اور کس طرح ان لوگوں سے صحابہ کی وہ جماعت تیار کر دی جس نے انسانی تاریخ میں ایک ریکارڈ کر دیا۔ پوری انسانی تاریخ میں

جس کی مثال نہیں ہے اوران کی زندگیوں میں ان لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہے جو زمانہ مابعد میں دعوت اسلامی کا کام کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے کس قدر صبر و مصابرت سے کام لیا، اور اسلامی انقلاب کی راہ میں پیش آنے والی کمزوریوں، نقائص، واماندگیوں اور لغزشوں پر کس طرح صبر کیا اوران کو دور کیا۔ آج ہم بھی اسی طرح اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ یہ نفس انسانی اپنے اندر خیر کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور شر کی بھی۔ اس کے اندر یہ صلاحیت بھی ہے کہ روحانی قوت اور روحانی اور قلبی صفائی کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچ جائے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ لیکن اس کے لئے صبر و ثبات، فہم وادراک، ثابت قدمی اور استقامت اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ گھبرا کر انسان نصف راستے سے واپس ہو جائے۔ واللہ المستعان علی ماتصفون۔

تفسیر تدبر القرآن

(واذا ارادتجارۃ اولھو انفضوا الیھا و ترکرك قائما قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرزقین)

(11)۔(واقعہ جو اس کا تنبیہ کا سبب ہوا)۔

یہ آخر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ بالا تنبیہات و تعلیمات کے نزول کا سبب ہوا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر کا کوئی تجارتی قافلہ، عین خطبہ جمعہ کے وقت، مدینہ میں داخل ہوا۔ اس نے اعلان و اشتہار کے لیے، رواج کے مطابق، اپنے ڈھول اور دف جو بجائے تو کچھ لوگ پیغمبر ﷺ کو خطبہ دیتے چھوڑ کر اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح کے قافلے اس زمانے میں بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ ضروری چیزوں کی خرید و فروخت انہی کے ذریعہ سے ہوتی اس وجہ سے لوگوں کو ان کا انتظار رہتا اور جب وہ آتے تو ہر شخص اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کرنے اور اپنا مال فروخت کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتا۔ یہ فعل جن لوگوں سے صادر ہوا ظاہر ہے کہ ان پر اسلامی تربیت کا رنگ ابھی اچھی طرح چڑھا نہیں تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خطبہ جمعہ کی اہمیت سے بھی اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ ان کے نزدیک اہمیت صرف نماز ہی کی تھی۔ انہوں نے خیال کیا ہو گا کہ نماز سے پہلے پہلے قافلہ کو دیکھ کر واپس آجائیں گے۔

بہر حال ان سے جو غلطی ہوئی اس سے امت کو یہ فائدہ پہنچا کہ جمعہ، خطبہ جمعہ اور پیغمبر ﷺ سے متعلق ایسی ہدایات نازل ہو گئیں جو اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھیں۔ آیت میں بات اگرچہ عام صیغہ سے فرمائی گئی ہے لیکن یہ امر واضح ہے کہ یہ فعل جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، صادر کچھ ناتربیت یافتہ لوگ ہی سے ہوا۔ قرآن کا عام انداز موعظت یہی ہے کہ وہ تعین کے ساتھ ملامت کرنے کے بجائے عام الفاظ ہی میں تنبیہ کرتا ہے تاکہ جماعت کا ہر شخص اس سے فائدہ اٹھائے اور کسی خاص گروہ کو اس سے رسوائی کا احساس نہ ہو۔ (ترکوك قائما) سے اس واقعہ کی سنگینی کا ایک حاصل پہلو یہ واضح ہوتا ہے کہ خطبہ خود حضور نبی کریم ﷺ دے رہے تھے۔ حضور ﷺ کے خطبہ کو اس طرح چھوڑ کر چل دینے میں سوءادب اور دین کی ناقدری کے جو پہلو مضمر ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ یہ بعینہٖ وہی روش ہے جو یہود نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ اختیار کی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ نے ان کے دل، جیسا کہ سورۃ صف میں بیان ہوا ہے۔ کج کر دیئے اس وجہ سے قرآن نے ان سے پہلے ہی مرحلہ میں گرفت فرمائی

۔(قل ما عند الله خير من اللهو ومن التجارة والله خير الرازقين) فرمایا کہ اللہ کے پاس مخلص اہل ایمان کے لیے جو اجر عظیم ہے اس کے طالب بنو۔ وہ اس دنیا کے لہو و لعب اور اس کی تجارت سے کہیں بہتر ہے۔ اگر اس دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان کر کے بھی تم نے خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کر لی تو اپنے خزف ریزوں کے عوض ابدی بادشاہی کے مالک بن جائو گے اور اگر خدا اور سول کو ناراض کر کے تم نے ساری دنیا کی دولت بھی سمیٹ لی تو آخر کتنے دنوں کے لیے پس دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کے پیچھے مت بھاگو بلکہ جو چیز اللہ کے پاس ہے اس کے طالب بنو۔ اللہ بہترین روزی دینے والا ہے۔ وہ وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا اور ایسا رزق دیتا ہے جو ہر اعتبار سے رزق کریم ہوتا ہے۔ (لعلكم تفلحون) اور (خير الرزاقين) میں عربیت کے جو اسلوب ہیں ان کی وضاحت ان کے محل میں ہو چکی ہے۔

4۔ جمعہ، خطبہ جمعہ اور مقام نبوت سے متعلق قرآن کے چند اشارات اگرچہ آیات کے تحت ان سے مستنبط ہونے والی اہم باتوں کی طرف ہم توجہ دلاتے آرہے ہیں لیکن چند باتیں مزید توجہ کی مستحق ہیں۔ (رسول کی تقسیم اللہ کی تعلیم ہے)۔

ایک یہ کہ جمعہ کی نماز، اس کی اذان اور اس کے خطبہ سے متعلق یہاں مسلمانوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں اور ان کی ایک غلطی پر جس طرح تنبیہ فرمائی گئی ہے اس کا انداز شاہد ہے کہ جمعہ کے قیام سے متعلق ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے انجام پائی ہیں، حالانکہ قرآن میں کہیں بھی جمعہ کا کوئی ذکر نہ اس سے پہلے آیا ہے نہ اس کے بعد ہے بلکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس کے قیام کا اہتمام ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ نے فرمایا اور لوگوں کو آپ ہی نے اس کے احکام و آداب کی تعلیم دی، پھر جب لوگوں سے اس کے آداب ملحوظ رکھنے میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اس پر قرآن نے اس طرح گرفت فرمائی گویا براہ راست اللہ تعالیٰ ہی کے بتائے ہوئے احکام وآداب کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول کے دیے ہوئے احکام بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، ان کا ذکر قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ رسول کی طرف ان کی نسبت کی تحقیق تو ضروری ہے لیکن نسبت ثابت ہے تو ان کا انکار خود اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار ہے۔ گفتگو او گفتہ اللہ بود (خطبہ جمعہ نماز جمعہ کا ضروری رکن ہے)۔

دوسری یہ کہ خطبہ جمعہ، نماز جمعہ کا ایک ضروری رکن ہے۔ اس سے بے پروائی یا اس کی ناقدری کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں رہے۔ اس خطبہ کے لیے نماز جمعہ کی رکعتیں چار کی جگہ، جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا، صرف دو رکھی گئی ہیں اور دو رکعتوں کی جگہ خطبہ کو دی گئی ہے جو دو رکعتوں ہی کی طرح دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ پھر نماز کی طرح خطبہ بھی، قرآن کی تصریح کے مطابق، ذکر اللہ ہے، یعنی خطبہ اور نماز دونوں کی روح ایک ہی بتائی گئی ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ نماز میں امام اور مقتدی سب اللہ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر الٰہی کرتے ہیں اور خطبہ میں امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کی تذکیر کرتا ہے۔ اس زمانے میں یہ عجیب مصیبت ہے کہ اصل خطبہ جمعہ چند معروف دعائیہ کلمات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور ائمہ حضرات اپنا سارا زور خطابت ان لمبی لمبی تقریروں پر صرف فرماتے ہیں جو وہ اصل خطبہ سے پہلے کرتے ہیں۔ ان تقریروں میں ذکر اللہ بہت کم اور دوسری غیر ضروری باتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں اور نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ سامعین یا تو اونگھتے ہیں یا سوتے ہیں اور جو سننے کی کوشش کرتے ہیں وہ طول بیان سے تھک جاتے ہیں۔ (ایک افسوسناک صورتحال)۔ بہت سے لوگ ان لمبی تقریروں سے بچنے کے لیے مسجد میں اس وقت پہنچتے ہیں جب وہ خطبہ شروع ہوتا ہے جو ہے تو اصلی

لیکن اس زمانے میں وہ بالکل ایک رسمی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ یہ صورت حال نہایت افسوس ناک ہے۔ ضروری ہے کہ اصل خطبہ کی اہمیت بحال کی جائے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ لمبی لمبی تقریروں کی جگہ امام صاحبان اصل خطبہ ہی میں ضروری باتوں کی تذکیر کریں۔ خطبہ جامع، مختصر اور پر حکمت ہو تا کہ لوگ دلچسپی سے سنیں اور مستفید ہوں۔ لوگوں کو تاکید کی جائے کہ خطبہ سننے کے لیے وہ ٹھیک وقت پر پہنچیں اور اس سے غفلت کے ان عواقب سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ (جمعہ کے روز مسلمان کے لیے پسندیدہ روش)۔

تیسری یہ کہ قرآن کے اسلوب بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ مسلمان کے لیے پسندیدہ روش، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے کا وقت وہ جمعہ کی تیاریوں میں صرف کرے۔ کوئی اور مصروفیت بلا کسی شدید ضرورت کے وہ ایسی نہ پیدا کرے جو اس تیاری میں مانع یا مخل ہو۔ یہ بات یوں نکلتی ہے کہ فرمایا ہے کہ جب نماز ختم ہو جائے تب زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے رزق و فضل کے طالب بنو۔ ان الفاظ کے اندر یہ مضمون مضمر ہے کہ جمعہ کے دن کاروباری مصروفیت کے لیے موزوں وقت جمعہ سے پہلے کا نہیں بلکہ جمعہ کی نماز کے بعد ہی کا ہے بالخصوص اس طرح کی کاروباری مصروفیت جس کے لیے لوگوں کو بستی سے نکل کر زمین میں پھیلنے پر مجبور ہونا پڑے اور اندیشہ ہو کہ جمعہ کے لیے جو اجتماع مطلوب ہے اس انتشار سے اس کو نقصان پہنچے گا۔ ایک عام آدمی کو ہفتہ میں ایک دن ایسا ضرور ملنا چاہیے جس دن وہ حجامت بنوائے، کپڑے دھوئے، غسل کرے ان کاموں کے لیے موزوں ترین دن جمعہ ہی کا ہو سکتا ہے اس لیے کہ یہ باتیں اس کے آداب میں سے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ جمعہ کے دن دوسری معاشی و کاروباری سرگرمیاں اگر ضروری ہوں تو جمعہ کے بعد ہی شروع ہوں۔ یہی طریقہ ہمارے سلف صالحین کا رہا ہے اور یہی طریقہ آج بھی ان حلقوں میں پسندیدہ ہے جن میں اسلامی شعائر اور اسلامی تہذیب کا شعور زندہ ہے۔ جمعہ سے متعلق جو باتیں براہ راست قرآن مجید سے مستنبط ہوتی ہیں، ہم نے اپنے طریقہ کے مطابق اپنی بحث انہی تک محدود رکھی ہے۔ دوسرے مسائل جن کا تعلق فقہ سے ہے۔ ہم نے ان سے تعرض نہیں کیا ہے۔ ان سطور پر اللہ تعالیٰ کی توفیق و رہنمائی سے اس سورۃ کی تفسیر تمام ہوئی۔

فالحمد للہ علی احسانہ۔ لاہور۔ 25، مارچ 1978ء۔ 14، ربیع الثانی 1398ھ۔